© rasailojaraid.com

لادینیت، بنیاد پرستی اور ترقی

انیس احمد

مغرب کی فکری اور ثقافتی تاریخ کے منطقی اور ارتقائی ادوار میں روایتی مذہب پرستی سے انحراف وبغاوت کی تحریک میں لادینیت (secularism) عقلیت (rationalism) اور علمیت (scientism) کا کردار غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ بظاہر جو خلا روایتی مذہب پرستی کے زوال سے پیدا ہوا وہ لادینیت، عقلیت اور سائنسی فکر نے فلسفیانہ اور عملی سطح پر پُر کیا۔ نتیجتاً مغرب کی مذہبی فکر بھی، جو صدیوں سے اندھے عقیدے کی قائل تھی، اپنے بنیادی معتقدات کی تقویت کے لیے فلسفہ اور معقولات کی طرف مائل ہوئی۔ دور جدید میں ڈیکارٹس، برکلے اور ولیم جیمس جیسے مفکرین نے واضح طور پر مذہبی فکر کو فلسفیانہ بنیادیں فراہم کیں۔ لیکن جلد ہی سائنسی اور لادینی تصورات نے معاشی، معاشرتی، سیاسی، تعلیمی، ثقافتی اور قانونی سرگرمیوں کو مذہبی اثرات سے پاک کرنا شروع کیا اور مذہب محض ہفتہ میں ایک دن گرجا کی رسمی عبادات تک محدود ہو کر رہ گیا۔

سولہویں صدی سے یورپ میں لادینیت کے فروغ نے نہ صرف یورپ بلکہ مغربی ذہن میں یہ بات راسخ کر دی کہ تہذیبی ترقی اور معاشی کامیابی کا راز مذہب کی بندشوں سے آزادی اور لادینیت کو اپنا مذہب بنانے میں ہے۔ چنانچہ ترقی اور جدیدیت کی راہ میں روایت پرستی اور مذہب کو اپنی سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے ہوئے معاشرتی، معاشی اور سیاسی سرگرمیوں کو نئے تصور حیات کی روشنی میں ترتیب دیا گیا۔ یہی فکر مغربی استعمار کے ساتھ ان تمام خطوں میں پہنچی جو ان کے زیر نگیں آئے۔ چنانچہ شمالی افریقہ، ایشیا اور مشرق وسطیٰ میں جہاں کہیں بھی مغربی سامراج کا تسلط

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوا، لادینی نظامِ تعلیم اور نظامِ معیشت و معاشرت کو فروغ دیا گیا اور مقامی تہذیب و روایات کو ترقی کے عمل میں ایک رکاوٹ قرار دیتے ہوئے حقارت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ کل تک جو شخص اپنی عربی اور فارسی دانی یا ترکی اور سواحلی زبانوں پر عبور کے سبب عالم سمجھا جاتا تھا مغرب کے لائے ہوئے نظام تعلیم و معاشرت و سیاست کے پیمانوں سے ایک ان پڑھ، غیر ترقی یافتہ، پسماندہ اور ماضی پرست انسان قرار پایا۔

مغربی مستشرقین اور ان کے مسلم تلامذہ نے لادینیت کو ایک نسخہ کیمیا اور ترقی کے عمل کے لیے لازمی شرط کے طور پر پیش کرنا شروع کیا اور دیکھتے دیکھتے بہت سے مسلم ممالک کے سربراہان نے، جن میں اکثر مغربی تعلیم یافتہ اور مغربی تہذیب کے دلدادہ تھے، مغربی لادینیت کو اپنے ممالک میں نافذ کرنے کے لیے اقدامات شروع کر دیے۔ ترکی، مصر، شام، عراق، شرق اردن، الجزائر، مراکش، تیونس، ایران غرض اکثر مسلم ممالک نے سیکولرزم کو قدامت پرستی، جمود، رجعت پسندی اور مذہبیت سے نجات حاصل کرنے کا واحد راستہ سمجھتے ہوئے لادینی نظریہ حیات کو ریاستی سطح پر رائج و نافذ کرنا شروع کیا۔

اس تاریخی فکری تناظر میں اگر معروضی طور پر دیکھا جائے تو مغرب نے جن اقدار کو رجعت پسند، قدامت پرست، غیر عقلی اور غیر منطقی قرار دیا وہ دراصل مغربی عیسائیت کا وہ نظام کلیسا تھا جس نے عقل، تجربہ، مشاہدہ، تجزیاتی اور تحلیلی فکر کو رد کرتے ہوئے اپنی فکر کو چند الٰہیاتی موضوعات تک محدود کر لیا تھا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کا مصلوب ہونے اور دفن ہو جانے کے تین دن بعد حواریوں کے ساتھ کھانے میں شرکت کرنے کے بعد غائب ہو جانا، ان کی شخصیت میں روح القدس ''بیٹے'' اور خدا کا یوں حلول کر جانا کہ تینوں میں تفریق و تقسیم باقی نہ رہے اور ایک ''وحدانیت'' وجود میں آ جائے، حضرت عیسیٰؑ کی ذات کے ذریعے ''نجات'' (redemption) کا حصول اور دیگر الٰہیاتی موضوعات جن کی کوئی عقلی توجیہ بظاہر ممکن نہ تھی عیسائیت کی غالب فکر بنے ہوئے تھے۔ جدید فکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے انہی موضوعات کونشانۂ تنقید بناتے ہوئے، سائنس، مادہ، اور عقل کی تثلیث سے کلیسا کے تصور تثلیث کو تبدیل کرتے ہوئے، ان تینوں عناصر سے مرکب لادینیت کو اس کے متبادل کے طور پر میدان عمل میں پیش کیا۔ کلیسا کے اندھے عقیدہ کے مقابلہ میں لادینیت کے مادی اثرات زیادہ قابل محسوس تھے اس لیے جدید انسان نے بآسانی لادینیت کو بطور ایک نئے نظریہ حیات کے احساس فخر وکامیابی کے ساتھ قبول کرلیا۔

کلیسا کی گرفت سے نکلنے کے بعد مغرب میں جو سائنسی اور مادی ترقی ہوئی اسے اس عمل کا منطقی نتیجہ سمجھتے ہوئے ایک عمومی تصور کی شکل دے دی گئی اور نہ صرف مغرب بلکہ تمام انسانوں کے لیے اسے ایک کلیہ قرار دیتے ہوئے مذہب کو ماضی پرستی اور سائنس و مادیت کو روشن مستقبل کے لیے لازم سمجھ لیا گیا۔ مغرب کی اس فکر کو ترکی، مصر، الجزائر، اور ایران کے ساتھ ساتھ خود برصغیر میں بھی متعارف کیا گیا۔ برصغیر پاکستان میں اس غرض سے مغربی سامراج کے زیر تسلط نظام تعلیم و معیشت ومعاشرت کو بتدریج تبدیل کیا گیا جب کہ بعض دیگر مقامات پر زیادہ سرعت کے ساتھ یہ تبدیلی عمل میں لائی گئی۔ ترکی اس کی نمائندہ مثال ہے۔

آج بھی ملٹن ویورسٹ جیسے مغربی مستشرقین جس چیز کو ''عربوں کی مقفل سوچ'' سے تعبیر کرتے ہیں وہ یہی احساس ہے کہ مسلمان اس دور میں بھی مذہب کو قابل عمل سمجھتے ہیں! چنانچہ بار بار یہ بات کہی جاتی ہے کہ جب تک یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی طرح مسلمان مذہب وروایات کو ترک کر کے مادہ پرستی اور سیکولرزم کو اختیار نہیں کر لیتے، پسماندہ کے پسماندہ رہیں گے۔ مغرب کی سیکولرزم سے محبت ایک ایسے مقام تک پہنچ گئی ہے کہ اگر ترکی میں ایک منتخب رکن پارلیمنٹ سر پر رومال باندھ کر پارلیمنٹ میں داخل ہو جاتی ہے تو سیکولرزم کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اگر الجزائر میں مغرب سے لیے ہوئے جمہوری انتخابی نظام کے تحت چند دیندار افراد منتخب ہو جاتے ہیں تو سیکولرازم لرزہ براندم ہو جاتا ہے۔ اگر کشمیر میں مجاہدین ۷۰ سالہ جدوجہد آزادی کے نتیجہ میں ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہاڑی علاقہ فتح کر لیتے ہیں تو امریکہ اور چین دونوں کے سیکولر نظام فکر مند ہو جاتے ہیں۔ گویا مغرب نے سیکولرزم کو بعینہ وہی مقام دے دیا ہے جو کلیسائی بنیاد پرستی نے اندھے عقیدے کو دیا تھا۔ اس لحاظ سے سیکولرزم بنیاد پرستی کی سب سے زیادہ خطرناک قسم نظر آتی ہے، کیوں کہ یہ اپنے اس دعویٰ کے باوجود کہ یہ مذہب کا دشمن نہیں ہے جہاں کہیں اسے اخلاقی اقدار، انسانی ہمدردی، حق وصداقت، عزت نفس، تہذیب وثقافت غرض کسی عنوان سے مذہب کا سایہ نظر آتا ہے یہ اسے اپنے لیے خطرہ اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے محو کرنے کے درپے ہو جاتا ہے۔

اسی سیکولر بنیاد پرستی کی ایک شکل یہ ہے کہ نصر حامد ابوزید کی قسم کے غیر اہم محققین قرآن کی بے جا حمایت کی جاتی اور انہیں ''شہید آزادی رائے'' قرار دیا جاتا ہے۔ گویا ہر وہ فرد جو لادینی اور مادہ پرست فکر کی ترویج واشاعت میں مغرب کے تصورات کی پیروی کرے دانش ور اور محقق ہے اور ہر وہ کھلے ذہن کا انسان جو اسلام میں اجتہاد کا قائل ہو اور ساتھ ہی دیگر نظاموں کو تنقید کی نگاہ سے دیکھتا ہو روایت پرست اور بنیاد پرست ہے! یہ فکر کی دوعملی اور عقل کا مقفل کر لینا اور سیکولرزم کو انسانی فکر کی معراج اور حرف آخر سمجھ لینا ہی سادہ الفاظ میں بنیاد پرستی ہے۔ کاش سیکولرزم پر ایمان بالغیب رکھنے والے افراد خود اپنا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد اپنی بنیاد پرستی کو متوازن فکر میں تبدیل کر سکیں۔

© rasailojaraid.com